کشف الممات

یعنی

ذائقۃ الموت

سید باقر نثار زیدی

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام .... کشف الممات

مصنف .... سید باقر نثار زیدی

ناشر .... سید باقر نثار زیدی

کمپوزنگ .... سید آفتاب حسین رضوی

ٹائٹل ڈیزائننگ .... سید صفدر عباس زیدی

طبع اوّل

رابطہ:۔ موبائل نمبر......(0333-2120721).(0334-3596762

یہ کتاب مندرجہ ذیل Website پر پڑھی اور Download کی جا سکتی ہے۔

www.alihaq.com

آغوشِ مادر۔۔۔۔۔۔۔۔۔موت

دنیا میں موت کو دہشت اور خوف کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس کی تین وجوہات ہیں۔اوّل جہالت، دوسرے عقیدے کی کمزوری اور تیسرے حُبِ دنیا اور اپنے پیاروں سے جدائی کا تصور۔لیکن مومن کے نزدیک موت محبوب ترین شے ہے جو ایک مہربان ماں کی طرح بانہیں پھیلا کر اسے اپنی پناہ میں لے لیتی ہے اور اسے ہر فکر، ہر تکلیف اور ہر رنج سے نجات دے دیتی ہے۔

جہالت

جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اگرچہ وہاں مکمل تنہائی اور تہہ در تہہ اندھیرا ہوتا ہے اور صرف ماں کے دل کی دھڑکن کی دھیمی دھیمی سی آواز ہی اس کی رفیق ہوتی ہے اور انسان اسی آواز کو اپنا بہترین ساتھی اور خوبصورت ترین موسیقی سمجھتا ہے اور اسی سے بہلا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے اتنا مانوس ہوجاتا ہے کہ جب وہ شکمِ مادر سے دنیا میں منتقل ہوتا ہے تو روتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اسے اس کی جنت سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ اس کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ وہ شکمِ مادر کو ہی پوری کائنات سمجھ لیتا ہے جس کے باہر اس کی نگاہ میں کچھ اور ہوتا ہی نہیں۔لیکن جب وہ دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کی رنگینیاں دیکھ کر اپنی پچھلی دنیا کو بھول جاتا ہے اور اسے یاد بھی نہیں رہتا کہ وہ کہاں تھا اور کس حال میں تھا۔اب وہ اس نئی دنیا کو ہی پوری کائنات سمجھنے لگتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس سے آگے کچھ اور ہے ہی نہیں اور جس طرح وہ ماں کے پیٹ میں مگن رہتا تھا اسی طرح دنیا میں

آ کر دنیا میں مگن ہو جاتا ہے اور کسی قیمت پر اس سے جدا ہونے کو تیار نہیں ہوتا۔ اپنی اسی جہالت کی وجہ سے وہ موت سے ڈرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ شاید موت اُسے اس کی جنت سے نکال دے گی کیونکہ جس طرح دنیا میں آنے سے پہلے وہ دنیا سے ناواقفیت کی بنا پر ماں کے پیٹ کو جنت سمجھتا تھا اور اُس سے جدا ہونے پر روتا تھا اسی طرح اب اس دنیا کو جنت سمجھتا ہے اور اپنی موہومہ جنت سے نکلنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتا حالانکہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ آنے والی دنیا موجودہ دنیا سے ہزاروں گنا زیادہ رنگینیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ جہاں وہ اُن لذّتوں سے بھی لطف اٹھا سکتا ہے جن سے وہ مادّی کثافتوں کی وجہ سے محروم تھا۔ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا۔ ''مولا! جو اللہ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے؟ اور جو اللہ کی ملاقات کو بُرا جانتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو برا جانتا ہے؟'' امامؑ نے فرمایا۔ ''ٹھیک ہے''۔ اس شخص نے کہا۔ ''ہم تو موت کو برا ہی جانتے ہیں''۔ فرمایا۔ ''جو تم نے خیال کیا ہے ایسا نہیں ہے۔ اس کا (یعنی موت کو اچھا یا برا جاننے کا) اظہار تو معائنے کے وقت ہوتا ہے۔ جب وہ ایسی چیز دیکھتا ہے جسے دوست رکھتا ہے تو پھر کوئی چیز اسے آگے بڑھنے سے زیادہ محبوب نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کی ملاقات کو''۔ (فروع کافی۔ کتاب الجنائز۔ باب ۱۱۔ حدیث ۱۱)

عقیدہ

نظریاتی طور پر موت ایک متنازعہ چیز ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موت کے ساتھ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے اور اس سے آگے کچھ نہیں ہے، نہ جزا ہے نہ سزا۔ گویا یہ دنیا اُن

لوگوں کے نزدیک ایک تفریح گاہ ہے جہاں انسان جو دل میں آئے کرے، اگر طاقتور ہے تو دوسروں پر ظلم کرے، اگر کمزور ہے تو دوسروں کے ظلم سہے اور پھر خاک میں مل جائے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک انسانوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں کا مقصدِ حیات ایک ہے، کھانا، پینا، عیش کرنا، نسل بڑھانا، ایک دوسرے پر ظلم کرنا، جہاں جس کا زور چلے وہاں دوسروں پر ظلم کرنا اور جہاں زور نہ چلے وہاں دوسروں کیلئے لقمۂ تر بن جانا اور اس کے بعد مر جانا۔ یہ نظریہ کسی بھی صاحبِ عقل کیلئے قابل قبول نہیں ہوسکتا کیونکہ عقل ہر حال میں عدل کا تقاضا کرتی ہے اور جنگل کے قانون کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرتی۔ انسانوں کا دوسرا طبقہ ہے جو حیات بعد المات کا قائل ہے۔ یہ عقلی تقاضا تھا جس کی توثیق تمام الہامی مذاہب نے کی ہے چنانچہ الہامی مذاہب کے تمام پیروکار یومِ آخرت کے قائل ہیں۔ لیکن اب بات آتی ہے یقین کی کیونکہ مان لینا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا لیکن منزلِ یقین تک پہنچنا یقیناً مشکل ہوتا ہے اور اگر یہ یقین کسی شے سے حاصل ہوسکتا ہے تو وہ شے موت ہے۔ اسی لئے قرآنِ مجید نے موت کو یقین کے نام سے پکارا ہے جیسا کہ حجر ۹۹ میں ارشاد ہوا۔ "واعبد ربك حتّٰى یاتِیك الیقین" (اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے)۔ تمام تفاسیر اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ یہ یقین حاصل نہیں ہوتا مگر چار چیزوں سے۔ ایمان، تصدیق، غور و تدبر اور محبت۔ جس چیز کو انسان نے سمجھ کر مانا ہو اور اُس کے دل نے تصدیق کی ہو۔ پھر وہ امورِ دین میں غور و فکر کرتا ہو اور مرکزِ مودّت سے بندھا ہوا ہو وہ اپنے محبوب کے دیدار کیلئے بیتاب رہتا ہے اور چونکہ اس کا دیدار موت کے وقت ہوتا ہے اس

لئے وہ موت سے خوف کھانے کے بجائے موت کا انتظار کرتا ہے لیکن جو شخص سنی سنائی بات پر ایمان رکھتا ہے اور رٹی رٹائی باتوں کا اقرار کرتا ہے۔ نہ وہ غور و فکر کرتا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ مرکزِ مودّت کون ہے، وہ ہمیشہ اپنے انجام کے بارے میں مضطرب رہتا ہے اور ہر وقت یہی سوچتا رہتا ہے کہ خدا جانے میرا کیا بنے گا۔ ایسے ہی لوگ موت سے خائف رہتے ہیں لیکن مومن کیلئے موت ایک محبوب شے ہے اور وہ اس کے انتظار میں رہتا ہے۔

حُبِّ دنیا

تیسری چیز جس کی وجہ سے انسان موت سے خوف کھاتا ہے وہ دنیا اور اس کے متعلقات سے محبت ہے۔ دولت، گھر بار، تجارت، بیوی بچے، ماں باپ، بہن بھائی اور دوست احباب اس کے ذہن پر اس قدر سوار رہتے ہیں کہ وہ اِن چیزوں سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور جیسے ہی اسے موت کا خیال آتا ہے، وہ خوفزدہ ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے کبھی موت نہ آئے۔ مومن کا فرض ہے کہ وہ دنیا کے جال سے خود کو محفوظ رکھے اور جن حقیقی نعمتوں کا وہ مستحق ہے اُن پر نظر رکھے۔

موت کیا ہے؟

اللہ نے انسانی نفس کو با اختیار بنایا ہے لیکن وہ اپنے اختیار کو استعمال کرنے کیلئے اعضا کا محتاج ہے۔ انسانی نفس اور انسانی اعضاء میں جو شے ربط اور تعلق پیدا کرتی ہے اسے روح کہتے ہیں۔ اگر روح نہ ہو تو نفس اعضاء سے کوئی کام نہیں لے سکتا۔ جب اللہ نفس اور اعضاء

کے درمیان سے روح کو ہٹا دیتا ہے تو نفس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اسی شے کا نام موت ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیئے کہ موت اور فنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ موت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نفس فنا ہو گیا۔ نفس باقی رہتا ہے، ہاں اس سے اعضا چھین لئے جاتے ہیں۔ قبر میں کچھ دیر کیلئے اسے ایک بار پھر چند اعضا پر اختیار دے دیا جاتا ہے لیکن سوال وجواب کے بعد پھر یہ اعضا چھین لئے جاتے ہیں اور اس کے بعد راحتیں اور اذیتیں خود نفس اٹھاتا ہے۔ ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ اور پھر روزِ قیامت یہ اعضاء اس کو دے دیئے جائیں گے اور وہ اپنے جسم کے ساتھ ہی جنت یا جہنم میں رہے گا۔

نقیبِ موت

فروعِ کافی۔ کتاب الجنائز۔ باب ا۔ حدیث ا۔ میں مولا امام باقرؑ فرماتے ہیں۔ ''زمانۂ جناب ابراہیمؑ میں لوگ بغیر کسی مرض کے اچانک مرجاتے تھے۔ حضرتؐ نے دعا کی کہ پروردگار! موت کی کوئی بیماری قرار دے تاکہ بیمار اُس میں صبر کا اجر پائے اور عیادت کرنے والے اسکو مصائب پر صبر کرنے کیلئے تسلی اور دلاسہ دیں۔ پس خدا نے پہلے بخار کو نازل فرمایا، اسکے بعد اور امراض کو''۔

اس فرمانِ معصومؑ سے معلوم ہوا کہ بیماری اللہ کیطرف سے موت کی اطلاع ہے اسلئے باب ۲ کی حدیث ۹ میں معصومؑ فرماتے ہیں۔ ''جسم بیمار نہ ہو تو یہ اسکے لئے برا ہے''۔ مراد یہ ہے کہ بیماری بھی اللہ کیطرف سے ایک رحمت ہے جسکی وجہ سے انسان اور اس کے لواحقین آہستہ آہستہ ذہنی طور پر موت کیلئے تیار ہو جاتے ہیں ورنہ اگر حضرتِ ابراہیمؑ کے زمانے کی طرح لوگ اچانک ہی مرجایا کرتے تو یہ بات لوگوں اور انکے لواحقین کیلئے ایک

عظیم مصیبت ہوتی۔ کیونکہ تمام امراض میں سب سے پہلے بخار کو نازل فرمایا گیا ہے اسلئے پہلے ہم بخار کے بارے میں ۱۳ ارشاداتِ معصومینؑ نقل کرتے ہیں اور اسکے بعد دیگر امراض کا ذکر کریں گے۔

۱۔فروعِ کافی۔کتاب الجنائز۔باب ۱۔حدیث ۳۔امام صادقؑ فرماتے ہیں۔"بخار موت کا کھینچنے والا ہے اور وہ روئے زمین پر اللہ کا بنایا ہوا قید خانہ ہے۔وہ مومن کی حفاظت ہے آتشِ جہنم سے"۔

۲۔فروعِ کافی۔کتاب الجنائز۔باب ۲۔حدیث ۸۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔"ایک رات کے بخار کا اجر برابر ہے ایک سال کی عبادت کے اور ۲ رات کا برابر ہے ۲ سال کی عبادت اور ۳ رات کا برابر ہے ۷۰ سال کی عبادت کے"۔راوی نے پوچھا کہ اگر وہ ۷۰ سال زندہ نہ رہے تو؟۔فرمایا۔"اسکے ماں باپ کے ۷۰ سالہ عبادت کے"۔راوی نے پوچھا کہ اگر وہ بھی زندہ نہ ہوں تو؟ فرمایا۔"اسکے رشتہ داروں کو ملے گا اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو اسکے پڑوسیوں کو ملے گا"۔

۳۔اسی باب کی حدیث ۱۰ میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔"ایک رات کا بخار کفارہ ہوتا ہے اسکے ماقبل اور مابعد کے گناہوں کا"۔

مومن کی موت

لوگوں کے لئے ہر طرح کی موت ہوتی ہے جس میں اچھی موت بھی ہوتی ہے اور بری موت بھی لیکن مومن کیلئے کوئی موت بری نہیں ہوتی بلکہ ہر موت اسکی فضیلت میں اضافہ کرتی ہے۔مومن کی موت کے بارے میں معصومینؑ کیا فرماتے ہیں یہ ہم آپکے لئے نقل کرتے

ہیں۔

۱۔فروعِ کافی۔کتاب الجنائز۔باب ا۔حدیث ۵۔رسولؐ اللہ نے فرمایا۔''مرگِ ناگہانی گناہوں میں تخفیف کا باعث ہے مومن کیلئے، اور سخت عذاب کا باعث ہے کافر کیلئے''۔

۲۔اسی باب کی حدیث ۸ میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔مومن ہر بلا میں مبتلا ہوتا ہے اور ہر طرح کی موت مرتا ہے لیکن وہ خودکشی نہیں کرتا''۔

۳۔اسی باب کی حدیث ۹ میں امام صادقؑ فرماتے ہیں۔''مومن ہر طرح کی موت مرتا ہے۔وہ ڈوب کے مرتا ہے، مکان گرنے سے مرتا ہے، درندوں کے پھاڑ کھانے سے مرتا ہے، بجلی گرنے سے مرتا ہے مگر ذکر اللہ کرنے کی حالت میں کوئی مصیبت اسے نہیں پہنچتی''۔

۴۔اس باب کی حدیث ۱۰ میں امام صادقؑ فرماتے ہیں۔''اللہ مومن کو ہر بلا میں مبتلا کرتا ہے اور ہر طرح کی موت دیتا ہے لیکن سلبِ عقل کی مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا''۔یعنی مومن ایسی حالت میں کبھی نہیں آتا کہ وہ حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ مومن کو سلبِ عقل میں اسلئے مبتلا نہیں کرتا کہ عقل ہی وہ شے ہے جس سے مومن اپنے ہادی یعنی اپنے امامؑ کو پہچانتا ہے اور اسی لئے وہ مومن کہلاتا ہے۔لہٰذا اگر اسکے پاس عقل نہ رہی تو وہ اپنے ہادی کو نہیں پہچانے گا اور مومن نہ رہے گا اس لئے اللہ اُسکے ایمان کی حفاظت کیلئے اس پر سلبِ عقل کی مصیبت مسلط نہیں کرتا۔

بیماری کا ثواب

اللہ تعالیٰ مومنین کے درجات میں اضافے کیلئے لاتعداد دروازے کھولے رکھتا ہے اور اکثر

ایسا ہوتا ہے کہ جس چیز کو مومن اپنے لئے مصیبت سمجھتا ہے وہ حقیقتاً اسکے درجات میں اضافے کا سبب ہوتی ہے۔ یہی حال بیماری کا بھی ہے جسے مومن اپنے لئے برا سمجھتا ہے لیکن اس میں مومن کیلئے کیا فائدے چھپے ہوئے ہیں۔ یہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

۱۔فروعِ کافی۔کتاب الجنائز۔باب ۲۔حدیث ۴۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا مرض کی حالت میں ایک رات جاگنا ایک سال عبادت سے بہتر ہے۔

۲۔اسی باب کی حدیث ۷ میں مولا صادقؑ فرماتے ہیں جب مومن بیماری ہوتا ہے تو اللہ بائیں طرف والے فرشتے سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کا کوئی گناہ نہ لکھنا جب تک وہ میری قید میں (یعنی بیمار ہے) اور داہنی طرف والے سے کہتا ہے کہ تو اُسی طرح لکھتا رہ جسطرح بہ حالتِ صحت لکھتا تھا۔

۳۔اسی باب کی حدیث ۵ میں امام صادقؑ فرماتے ہیں جو شخص ایک رات بیمار ہوا اور شکایت نہ کرے اور خدا کا شکر ادا کرے تو یہ ۶۰ برس کی عبادت کا ثواب رکھتا ہے۔

شکایت کی حد

باب ۳ حدیث ۱۔حضرت امام صادقؑ سے پوچھا گیا کہ حدِ شکایت کیا ہے؟۔فرمایا۔’’اگر یہ کہے کہ مجھے بخار آ گیا ہے اور گذشتہ رات جاگتا رہا ہوں تو وہ سچا ہے۔ یہ کہنا شکایت نہیں بلکہ یہ کہنا ہے کہ میں ایسی بلا میں مبتلا ہوں کہ کوئی نہ ہوگا اور مجھ پر وہ مصیبت پڑی ہے جو کسی پر نہ پڑی ہوگی‘‘۔

امامؑ نے بیماری کی شکایت کرنے سے منع کیا ہے یعنی کوئی ایسی بات کرنا جس سے یہ تاثر ملے

کہ وہ اللہ کے عدل پر معترض ہے لیکن جہاں تک اپنی بیماری کو ظاہر کرنے کا تعلق ہے تو اسکا اللہ نے حکم دیا ہے کیونکہ اسکا فائدہ صرف مریض ہی کو نہیں بلکہ اُسکے تیمارداروں کو بھی پہنچتا ہے جیسا کہ باب ۴ پہلی حدیث میں مولا صادقؑ فرماتے ہیں۔ ''مریض کو چاہیئے کہ اپنے مرض سے لوگوں کو آگاہ کرے تاکہ وہ اسکی عیادت کریں جسکا اجر اُنہیں بھی ملے اور مریض کو بھی''۔ کسی نے کہا کہ عیادت کرنے والوں کا اجر اگر ہے تو ٹھیک ہے لیکن مریض کو اجر کیسا؟۔ فرمایا۔ ''اسلئے کہ اس نے لوگوں کو نیکیاں کرنے کا موقع دیا۔ اسلئے ۱۰ نیکیاں اُسکے نام پر لکھی جائیں گی اور اسکے ۱۰ گناہ محو کیئے جائیں گے''۔

آدابِ عیادت

عیادت ایک عبادت کا درجہ رکھتی ہے لیکن اِس کے بھی کچھ آداب ہیں جنہیں مدِّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ جب انسان اپنے کسی مومن بھائی کی عیادت کو جائے تو کوئی نہ کوئی ہدیہ لے کر جائے جیسے پھل یا خوشبو وغیرہ کیونکہ مریض ایسی چیزوں سے راحت پاتا ہے۔ (باب ۵۔ حدیث ۳)۔ دوسرے یہ کہ مریض کے پاس کم سے کم بیٹھے کیونکہ زیادہ بیٹھنے سے مریض کو زحمت ہوتی ہے۔ اسی باب کی حدیث ۴ میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ ''پوری عیادت مریض کی یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھو اور اس کے پاس کم بیٹھو کیونکہ حماقت کی عیادت مریض کے لئے درد سے زیادہ سخت ہوتی ہے''۔

شہادات

فروعِ کافی۔ کتاب الجنائز۔ باب ۷۔ حدیث ۵۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ ''اپنے مرنے والوں کو تلقین کرو لا الٰہ الا اللہ کی اور ولایت

کی ۔ایک روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے کلماتِ فرج اور شہادتین کی تعلیم دی اور ایک ایک امامؑ کے نام کی گواہی دلوائی''۔

اسی باب کی حدیث ۴ میں منقول ہے کہ ابوبکر حضرمی نے بیان کیا کہ میرے خاندان کا ایک شخص بیمار ہوا۔ میں اس کی عیادت کیلئے گیا۔ میں نے اس سے کہا۔''میرے بھائی میں نصیحت کرنا چاہتا ہوں، کیا تم قبول کرلوگے؟''۔ اس نے کہا۔''ہاں''۔ میں نے کہا۔ ''اشھد ان لا الٰہ الاّاللہ''۔اس نے کہہ دیا۔ میں نے کہا۔''یہ گواہی فائدہ نہ دے گی''۔اس نے کہا۔''یقین کے ساتھ ہے''۔ میں نے کہا یہ بھی کہہ ''اشھد ان محمد الرسول اللہ''۔اُس نے یہ بھی کہہ دیا۔ میں نے کہا۔''بغیر یقین کے یہ گواہی مفید نہ ہوگی''۔اس نے کہا کہ یقین کے ساتھ ہے۔اس نے کہا۔ ''یہ بھی کہہ کہ علیؑ رسولؐ اللہ کے وصی اور انکے بعد انکے خلیفہ ہیں اور انکی اطاعت واجب ہے''۔اُس نے یہ بھی کہہ دیا میں نے کہا کہ یہ گواہی فائدہ نہ دے گی بغیر یقین کے اُس نے کہا کہ میں یقین سے کہتا ہوں۔ پھر میں نے تمام آئمہؑ کے نام اُسکو سنائے۔ایک ایک کر کے بتائے۔اس نے اقرار کیا اور کہا کہ یہ گواہی یقین کیساتھ ہے۔تھوڑی دیر بعد وہ مر گیا۔ اسکے گھر والے شدت سے رونے پیٹنے لگے میں وہاں سے چلا آیا اسکے بعد پھر وہاں پہنچا تو غم کو ہلکا پایا۔ میں نے اسکی بیوی سے کہا۔''تمھارے صبر کا کیا حال ہے''؟ اُس نے کہا۔''اس موت سے ہم پر سخت مصیبت نازل ہوئی ہے لیکن اُس نے رات کو خود کو خواب میں دکھایا۔ میں نے کہا کیا تم فلاں ہو؟ ۔اُس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا تم مرے نہیں؟ ۔اُس نے کہا کہ مرا تو ہوں لیکن نجات پائی۔ اُن کلمات سے جو ابوبکر نے مجھے تعلیم کئے تھے۔اگر وہ تعلیم نہ ہوتی تو میں تیرے خاندان والوں کیطرح معذّب ہوتا۔

نزع کی سختی

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے فرزند قاسم سے فرمایا۔ ’’بیٹا اپنے بھائی کے سرہانے سورۂ والصافات پڑھو‘‘۔ انہوں نے پڑھا۔ جب یہاں تک پہنچے ’’**ھم اشد خلقا ام من خلقنا**‘‘ تو اس جوان کا دم نکل گیا۔ جب دفنانے لگے اور لوگ باہر نکل گئے تو یعقوب بن جعفر آئے اور کہا کہ ہمارے درمیان تو معاہدہ تھا سورۂ یٰسین پڑھنے کا اور آپ نے والصافات پڑھنے کا حکم دیا؟۔ فرمایا۔ ’’جب کسی پر موت کی سختی ہو تو یہ سورہ پڑھنے سے دم نکل جاتا ہے‘‘۔ (باب ۸۔ حدیث ۵) باب ۹ کی احادیث ۱ تا ۳ میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جب انسان کا دم نکل جائے تو اسے قبلہ رو لٹا دینا چاہیئے، اس طرح کہ اس کا چہرہ اور پاؤں کے تلوے قبلے کی طرف ہوں۔

قبضِ روح

جب قبضِ روح کا وقت آتا ہے تو اللہ مومن کے پاس دو ہَواؤں کو بھیجتا ہے۔ ایک کا نام منسیہ اور دوسری کا مسخیہ۔ منسیہ کا کام یہ ہے کہ مرنے والے کے دل سے اس کے اہل و عیال کو بھلا دیتی ہے اور مسخیہ اس کا دل دنیا سے ہٹا کر خدا کی طرف لگاتی ہے۔ (باب ۱۰۔ حدیث ۱)

باب ۱۱ کی حدیث ۴ میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ مومن کے احتضار کے وقت حضرتِ رسولؐ اللہ، مولا امیرؑ المومنین اور حضرتِ جبرئیلؑ آئیں گے۔ حضرت جبرئیل ملک الموت سے فرمائیں گے کہ یہ اللہ، اس کے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کو دوست رکھنے والا ہے لہٰذا تم بھی اسے دوست رکھو اور اس کے ساتھ نرمی کرو۔ پس ملک الموت اس کے پاس آ کر کہے

گا کہ اے بندۂ خدا میں نے تیری گردن آزاد کی اور تیری براءت کا پروانہ لے لیا۔ تو نے زندگانیٔ دنیا میں چونکہ عصمتِ کبریٰ سے تمسک کیا تھا، یہ اس کا اجر ہے۔ مومن بتوفیق کہے گا کہ وہ کیا ہے؟ ۔فرشتہ کہے گا کہ وہ ولایتِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہے۔ جس عذابِ آخرت سے تو ڈرتا تھا، اللہ نے تجھے اس سے امان دے دی اور جس چیز کی تجھے امید تھی تو نے پالی۔ اور بشارت ہو رسولؐ اللہ اور علیؑ و فاطمہؑ کے ساتھ رہنے کی۔ پھر ملکے سے اس کی جان نکالے گا۔ پھر جنت سے کفن اور جنت سے مشک واذفر کا حنوط اس کیلئے لائے گا۔ پس اس کا کفن اسے دیا جائے گا اور اسی حنوط سے دفن کیا جائے گا۔

پھر اس سے کہا جائے گا کہ اب اپنے فرش پر دلہنوں کی طرح سوجا۔ بشارت ہو تجھے راحت و آرام کی اور نعمتوں سے بھری جنت کی۔ پھر وہ جنت میں آلِ محمدؐ کی زیارت کرے گا، ان کے ساتھ کھانا کھائے گا اور ان کی مجالس میں ان سے بات چیت کرے گا۔ ظہورِ قائمِؑ آلِ محمدؐ تک یہی صورت رہے گی۔ جب حضرتؑ ظہور فرمائیں گے تو یہ مومنین لبیک لبیک کہتے ہوئے حضرت کے پاس آئیں گے۔ اس وقت شک کرنے والے حیران رہ جائیں گے۔

باب ۱۲ حدیث ۱ میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ ''اللہ حکم دیتا ہے ملک الموت کو، پس وہ لوٹاتا ہے مومن کی روح کو تاکہ اس کے گناہوں میں تخفیف ہو اور اس کی روح کو آسانی سے نکالتا ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ فلاح پر موت کا وقت سخت ہے۔ یہ اہانت (توہین) ہے حکم الٰہی کی۔ اور جو اللہ کو دشمن رکھتا ہے تو ملک الموت کو حکم ملتا ہے کہ اس کی روح کو اس طرح کھینچے جیسے گرم لوہے کی سلاخ جنتری میں سے کھینچی جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص پر موت آسان ہوگئی۔ لوگوں کو کیا خبر کہ کسی مرنے والے پر کیا گزرتی ہے''۔

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کی ہیں جو باب ۱۳ حدیث ۱ اور باب ۱۴ حدیث ۱ میں بیان کی گئی

ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ میت کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیئے اور دوسری بات یہ کہ اس کے دفن میں جلدی کرنا چاہیئے۔ اِن دونوں باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ ان میں عظیم مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

غسلِ مسِ میت

غسلِ مسِ میت کیوں واجب ہے، اس کی علّت ہم غسلِ میت کے بیان میں عرض کریں گے۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر میت کو اس وقت مس کیا جائے جبکہ وہ ابھی گرم ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اُس وقت مس کیا جائے جبکہ وہ ٹھنڈی ہوگئی ہو تو اس حالت میں غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (باب ۲۹۔ حدیث ۱)۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ یہ حکم صرف انسانی میت کے لئے ہے۔ مُردہ جانور کو چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ عضو پاک کر لے جو مُردہ جانور سے مس ہوا ہو (باب ۲۹۔ حدیث ۴)

غسلِ میت کے واجب ہونے کا سبب

باب ۳۰۔ حدیث ۱۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ ’’نطفۂ انسانی کا خمار اسی مٹی سے ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ جب روح بدن سے نکلتی ہے تو یہ نطفہ بعینہٖ جس حالت میں ہوتا ہے خارج ہوتا ہے، چھوٹا ہو یا بڑا، مذکر ہو یا مونث۔ یہی وجہ ہے کہ میت کو غسلِ جنابت دیا جاتا ہے۔

باب ۳۱۔ حدیث ۲۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ ’’جو میت کو غسل دے تو حقِ امانت ادا کرے‘‘۔ راوی نے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے؟۔ فرمایا۔ ’’میت کی جو حالت دیکھے اس سے کسی کو آگاہ نہ کرے‘‘۔

جنازے کے ساتھ چلنا

باب ۳۸۔حدیث ۱،۶۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔"جنازے کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے بہتر ہے"۔(اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کے جنازے کے آگے ملائکہ رحمت ہوتے ہیں اسلئے احتراماً ملائکہ سے پیچھے رہنا افضل ہے۔(باب ۳۸۔حدیث ۳)۔اور جہاں تک غیر مومن کا تعلق ہے تو اس کے آگے ہرگز نہیں چلنا چاہیئے کیونکہ اس کے جنازے کے آگے ملائکہ عذاب ہوتے ہیں اور مرنے والے کو طرح طرح کے عذات دیتے ہوئے چلتے ہیں۔اس عذاب سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔

تدفین

۱۔امام رضاؑ نے فرمایا۔"بیٹا اپنے باپ کی قبر میں اُترے لیکن باپ بیٹے کی قبر میں نہ اُترے"۔(باب ۶۱۔حدیث ۱)

۲۔امیرؑ المومنین نے فرمایا۔"عورت کی قبر میں وہ داخل ہو جس کے سامنے وہ بحالت حیات آتی ہو۔اور شوہر زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو قبر میں اتارے" (باب ۶۱۔حدیث ۵،۶)

۳۔امام صادقؑ نے فرمایا۔"دفن کے بعد نمازِ جنازہ نہیں ہوتی" (باب ۷۵۔حدیث ۴)

قبر پر مٹی ڈالنا

۱۔باب ۶۴۔حدیث ۴۔

قبر میں مٹی ڈالتے وقت ہر بار مٹی کو کچھ دیر ہاتھ میں روکے پھر ڈالے اور تین مٹھی سے زیادہ نہ ڈالے۔

باب ۶۴۔حدیث ۵۔

۲۔امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے کسی کا لڑکا مر گیا۔دفن کے بعد وہ شخص مٹی ڈالنے لگا۔حضرتؑ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔''تم مٹی نہ ڈالو اور نہ وہ لوگ جو میت کے قریبی رشتہ دار ہیں۔رسولؐ اللہ نے منع کیا ہے باپ اور رشتہ داروں کو مٹی ڈالنے سے''۔راوی نے کہا۔''یابن رسولؐ اللہ! آپ نے اسے میت پر مٹی ڈالنے سے روکا ہے؟''۔فرمایا۔''میں تو رشتہ داروں کی قبر پر مٹی ڈالنے سے منع کرتا ہوں۔اس لئے کہ اس سے دل میں قساوت پیدا ہوتی ہے اور جس کے دل میں سختی پیدا ہو جائے وہ اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے''۔

قبر

۱۔باب ۶۷۔حدیث ۱۔رسولؐ اللہ نے فرمایا۔''جس مٹی سے آدمی پیدا کیا جاتا ہے اُسی میں دفن کیا جاتا ہے''۔

۲۔باب ۶۶۔حدیث ۳۔امام موسیٰ کاظمؑ کا فرمان ہے کہ''قبر کا پختہ کرنا اور اس پر تختی لگانا جائز ہے''۔

تعزیت

۱۔باب ۶۸۔حدیث ۲، ۸۔فرمانِ صادقِؑ آلِ محمدؐ اور امام موسیٰ کاظمؑ کے مطابق''اہلِ مصیبت سے تعزیت قبل دفن بھی کی جاسکتی ہے اور بعد دفن بھی۔لیکن بعدِ دفن افضل ہے۔

۲۔باب ۶۹۔حدیث ۲۔امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا۔''جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے

اسکواُس مصیبت زدہ کے اجر کے برابر ثواب ملے گا‘‘۔

بچوں کا غسل اور اُن پر نماز

ا۔ باب ا۷۔حدیث ا۔امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔’’اگر چار ماہ کا حمل ساقط ہو تو اُسے غسل دیا جائے گا‘‘۔

۲۔ باب ا۷۔حدیث ۵۔امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا۔’’اگر ساقط شدہ بچے کی خلقت مکمل ہو چکی ہو تو اُس پر غسل وکفن واجب ہے‘‘۔(یعنی اس مدّت سے کم ساقط شدہ بچے کو غسل نہیں دیا جائے گا)

۳۔باب ا۷۔حدیث ۷۔مولا کاظمؑ نے فرمایا۔اگر ساقط شدہ بچے کی خلقت مکمل نہ ہوئی ہو تو اُسے مع خون کے دفن کر دیا جائے‘‘۔(یعنی اُس پر غسل وکفن نہیں ہیں)۔

۴۔باب ا۷۔حدیث ۲، ۳، ۴۔امام صادقؑ اور امام باقرؑ نے فرمایا کہ بچوں کی نمازِ جنازہ نہیں ہوتی جب تک کے وہ چھ سال کا نہ ہو جائے‘‘۔

ڈوب کر اور بجلی گرنے سے مرنے والا

باب ۷۲۔حدیث ا، ۲، ۳، ۴۔امام صادقؑ اور امیرؑ المومنین نے فرمایا۔’’جو شخص ڈوب کر یا بجلی گرنے سے مرا ہو اُسکو دفن کرنے میں ۳ دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔لیکن اگر اُسکے جسم میں تغیر پیدا ہونے لگے تو جب بھی ایسا ہو تو اسکو غسل وکفن دے کر دفن کر دینا چاہیئے‘‘۔

ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ موت کے بارے میں ضروری معلومات آپ تک پہنچائیں تا کہ آپ فضیلتِ مومن کو پہچانیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ موت کافر کیلئے یقیناً عذاب ہوتی ہے لیکن مومن کیلئے رحمت ہوتی ہے اس لئے مومن کا فرض ہے کہ موت سے

خوفزدہ ہونے کے بجائے اس سے مانوس ہو۔اسی لئے معصومینؑ نے تاکید کی ہے کہ مومن اپنی زندگی میں اپنا کفن خرید کر رکھے اور روز اس پر نظر ڈالا کرے تاکہ موت سے مانوس رہے۔

الحمدللّٰہِ ربّ العٰلمین والصلوٰۃُ والسلامُ علیٰ خاتمِ النبیین و آلہٖ اطیبین الطاہرین المعصومین المظلومین ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائہم اجمعین من یومنا ھٰذا الیٰ یومِ الدّین

تحفہ یا علیؑ مدد